حکیم محمد موسیٰ امرتسری
ڈاکٹر محمد مسعود احمد
پروفیسر شاہ فرید الحق
سید ریاست علی شاہ
علامہ شمس الحسن شمس
محمد فاروق القادری
مولانا محمد صادق
سید وجاہت رسول
علامہ سید شجاعت علی
عبدالحکیم شاہجہانپوری
سید نور محمد قادری
پروفیسر مجید اللہ قادری
پروفیسر محمد ابرار احمد
علامہ محمد احمد مصباحی

تعارفِ کتاب

نام کتاب	------ مجالسِ علماء
تحریر	------ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی
موضوعِ کتاب	------ علمائے کرام کی یادیں
ماخذ	------ اوراقِ جہانِ رضا
تعارفِ کتاب	------ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی
مقدمۂ کتاب	------ جرسِ کارواں-سردار محمد اکرم بٹر، ایڈووکیٹ
تمہیدی باتیں	------ محمد عالم مختارِ حق
تحریک	------ سردار محمد اکرم بٹر، ایڈووکیٹ
مرتب ونگرانِ طباعت	------ محمد عالم مختارِ حق
سالِ تالیف وترتیب	------ ۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء
ناشر	------ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ، لاہور
طابع	------ کاروان پریس، لاہور
قیمت	------ ۳۰۰ روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ، لاہور ○ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور ○ شبیر برادرز، اردو بازار، لاہور ○ مکتبہ قادری رضوی، گنج بخش روڈ، لاہور ○ تمام دینی مکتبے جو ملک کے کسی حصے میں کام کر رہے ہیں۔

ترتیبِ مضامینِ کتاب

رہ گئی بات کٹ گئی شب ہجر
تم نہ آئے تو کیا سحر نہ ہوئی؟

(جہان رضا جلد نمبر ۴ شمارہ نمبر ۴۰)

کیا پاکستان کے سنی متحد نہیں ہوسکتے؟:

''پچھلے ماہ سنیوں نے اپنی افرادی قوت کا مظاہرہ کرنے کے لیے لاہور کو اپنے نمائشی اجتماعات سے سرفراز کیا، جماعت اہل سنت نے مینار پاکستان کے سایہ میں ''سنی کانفرنس'' کا اہتمام کر کے عظیم الشان اجتماع کا انتظام کیا۔ سنی کانفرنس کے چند روز آگے پیچھے ملتان کی سرزمین نے ''دعوت اسلامی'' کا حد نگاہ تک پھیلا ہوا ''سنتوں بھرا سرسبز باغ'' کے اجتماع کا نظارہ کیا۔ چند روز بعد ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی آواز (کال) پر پنجاب بھر کے سنیوں نے ایک عظیم الشان ''ریلی'' کا اہتمام کیا۔ چند دن بعد ''جمعیت علماء پاکستان'' نے اپنے قائد، شاہ احمد نورانی صاحب کی قیادت میں موچی دروازہ کے باغ میں ''نظام مصطفیٰ کانفرنس'' کا بھرپور اہتمام کیا۔ مگر سنیوں کے ان اجتماعات، جلوسوں اور ریلیوں کو دیکھ کر اس وقت بڑا دکھ ہوا جب ہم نے محسوس کیا کہ ہر سنی اجتماع کا رخ جدا جدا تھا، ہر سنی جلوس کی واپسی علیحدہ علیحدہ تھی، ہر سنی ریلی کا قبلہ جدا جدا تھا......'' (جہان رضا جلد نمبر ۵ شمارہ نمبر ۵۹)

دینی القابات وخطابات کا بے جا استعمال:

''تاریخ عالم پر نگاہ ڈالی جائے تو انسانی شرف وفضیلت کو اجاگر کرنے کے لیے القابات وخطابات کا استعمال مختلف ادوار میں ہوتا رہا ہے۔ اور اصل نام کے ساتھ اوصافی اور صفاتی القابات کو ہمیشہ عزت کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے...... مگر جب پاکستان میں علم وفضل کا جنازہ نکل گیا، روحانیت کے چراغ بجھ گئے، خانقاہیں اہل اللہ سے خالی ہوگئیں تو یہاں کے علماء وفضلا، سجادہ نشینوں اور دربار نشینوں نے بڑھ کر ان

[illegible] القابات وخطابات پر قبضہ کر لیا جو ان کے آباؤ اجداد کو سجتے تھے۔

[illegible] ہندوستان کی سرزمین میں جب مولانا احمد رضا خاں بریلوی اپنے علم وتقویٰ کی [illegible] ''اعلیٰ حضرت'' کہلائے تو یہ خطاب اتنا پسند کیا گیا اور عام ہوا کہ ہر شخص اپنے پیرو [illegible] ''اعلیٰ حضرت'' کہنے لگا اور اسی طرح کئی صوبائی اور ضلعی سطح کے ''اعلیٰ حضرت'' [illegible]

[illegible] مجددی خانقاہوں سے وابستہ حضرات نے اپنے آپ کو ''قیوم پنجم''، [illegible] ''قیوم عصر''، ''قیوم وقت'' اور ''قیوم ملت'' کہلانا شروع کر دیا۔ پھر [illegible] آیا کہ مجدد کے لقب کو ''مجدد زماں''، ''مجدد اہل سنت''، ''مجدد وقت''، [illegible] ''مجدد روحانیت'' اور ''مجدد علمیت'' اپنایا جانے لگا۔ مفتی اعظم ہند [illegible] رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد گرامی کے افکار وفتویٰ کو پھیلانے [illegible] کردار ادا کیا۔ اس طرح اعلیٰ حضرت کے شاگردوں نے ''ملک العلماء''، [illegible] ''اور ''صدر الشریعہ'' جیسے خطابات اپنائے۔

[illegible] اب ہر سنی عالم دین ''مفتی اعظم''، ''مفتی پنجاب''، ''مفتی کراچی''، ''مفتی [illegible] ایسے سامنے آتا ہے جیسے مفتی کا خطاب ''مفت'' مل گیا ہو۔ ہر گلی کوچہ میں [illegible] ''نظر آتے ہیں۔ ہر گدی نشین ''زبدۃ العارفین'' ہے۔ آج ہر واعظ [illegible] ''اعظمین'' ہے اور آج ہر نعت فروش ''حسانِ وقت'' بن گیا ہے''۔

(جہان رضا جلد نمبر ۸ شمارہ نمبر ۷۸)

[illegible] احمد نورانی کے جانشینوں سے:

[illegible] احمد نورانی دنیا سے رخصت ہوگئے، آج علمائے اہل سنت کا بکھرا ہوا [illegible] کے صحراؤں میں بھٹک رہا ہے۔ اپنا گھر اجڑ گیا تو بیگانوں نے بھی [illegible]۔ جب پتے درخت سے گر جاتے ہیں تو خس وخاشاک کے ڈھیروں [illegible] ہیں، جب اچھے گھروں کے لاڈلے اپنے گھر سے روٹھ کر نکل جاتے ہیں

تو وہ مزاروں کے لنگروں کی روٹیوں پر گزارا کرتے ہیں۔ جو لوگ اپنے قافلہ سے جا
ہو جاتے ہیں وہ غول بیابانوں کا شکار ہو جاتے ہیں، آج ان علماء کو سیاسی بھیڑیوں نے
چیر پھاڑ دیا۔ جو کبھی جمعیت علماء پاکستان کا لشکر تھا''۔

قائد کی رحلت کے بعد سینیوں کی جواں سال قیادت کے سامنے ایک خالی میدان
تھا جس میں انہوں نے ''ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا'' کا نعرہ لگا کر اپنا کردار ا
کرنا تھا مگر ہمیں نہایت دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ ہماری جواں سال قیادت بھی سست رو
اور انتشار کا شکار رہی۔ آسمان جمعیت کے ٹوٹے ہوئے تارے خدا معلوم کن خلاؤں
میں گم ہو گئے ہیں''۔ (ماہنامہ جہان رضا جلد نمبر ۱۲ شمارہ نمبر ۱۲۴)

قارئین محترم حضرت علامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب کی تحریروں سے
وشیریں اقتباسات پیش کیے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کچھ کرم فرمایہ کہہ دیں کہ علماء کی یادوں
کی کتاب میں تنقیدی تحریروں کا کیا کام لیکن میں نے یہ سب کچھ اس لیے اکٹھا کیا ہے
کہ فاروقی صاحب کی تحریروں کو ماضی کا رونا ہی نہ سمجھ لیا جائے بلکہ فاروقی صاحب
مستقبل کی راہوں کو روشن کرنے کے لیے جو مشعل ہاتھ میں لے کر چل رہے ہیں اس
کا بھی احساس ہو سکے۔

حضرت فاروقی صاحب کی تحریریں ہر دور کے قاری کے لیے ہیں۔ کیونکہ بقول
شاعر

پھر جمع کر رہا ہوں جگر لخت لخت کو
مدت ہوئی ہے دعوت مژگاں کیے ہوئے

خیابانِ رضا کے گل ہائے خوش رنگ

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی قدس سرہ کے افکار ونظریات کی ترجمانی
میں برصغیر پاک و ہند کے علمائے کرام نے بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ بیسویں صدی
عیسوی میں اعلیٰ حضرت کی تالیفات میں سے خاصی تعداد چھپی پھر آپ کے احوال اور
مقامات پر مختلف انداز میں بے پناہ کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہو کر اہل علم کے سامنے
آئیں۔ ملک کے نامور اہل علم وقلم نے آپ کے تتبع میں شاندار کتابیں لکھ کر
مسلمانوں کے عقائد کی نشو ونما وعشق رسول کو اہل ایمان کے دلوں میں زندہ رکھنے میں
مثالی کام کیا۔ اس میدان میں ''مرکزی مجلس رضا لاہور'' نے عالی جناب حکیم محمد موسیٰ
صاحب امرتسری دامت برکاتہم العالیہ کی نظامت، صدارت اور سرپرستی میں اشاعت
کا جو خصوصی اہتمام ہوا اسے اہل علم ودانش نے ہمیشہ ہدیہ تحسین پیش کیا ہے۔ مرکزی
مجلس رضا کی کئی سالہ کوششوں سے آج تک سات لاکھ پچاس ہزار سے زائد کتابیں
چھپ کر عوام تک پہنچی ہیں۔ ان کتابوں کی اشاعت وتقسیم نے جہاں اعلیٰ حضرت کے
دینی اور ملی افکار کو عام کیا وہاں ملک کے مایہ ناز اہل علم وقلم کو تازہ ولولہ دیا ہے تاکہ وہ
اپنے علم وفضل کی دولت کو عوام الناس تک پہنچانے کے لیے اپنا کردار ادا کر سکیں۔

الحمدللہ آج خیابان رضا کی بہاریں ہر دل کو معطر اور تر وتازہ کر رہی ہیں برصغیر
پاک و ہند اور اس سے باہر ایسے سیکڑوں اہل قلم پیدا ہو گئے ہیں جو اپنے اپنے انداز
میں کام کر رہے ہیں۔ آج سے ہم ''جہان رضا'' میں ایسے حضرات کا مختصر تعارف پیش
کرنے کا ایک سلسلہ شروع کر رہے ہیں جو اعلیٰ حضرت کے علوم وافکار کی خوشبوئیں اور
ضیائیں لوگوں تک پہنچانے میں مصروف ہیں۔ یہ سلسلہ ''خیابان رضا کے گلہائے خوش

اہلِ سنت کے جلسوں پر ایک نظر

حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کو میں نے ۱۹۳۹ء میں ''مرکزی ا
حزب الاحناف'' کے سالانہ جلسہ میں مسجد وزیر خان لاہور کی شاندار اسٹیج پر پہلی
دیکھا تھا۔ آپ سر پر ''شاہی تاج'' سجائے، گیروا لباس پہنے، تقریر کے آغاز میں
خوبصورت منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔

میں نے زندگی میں پہلی بار ایک عالم دین کے سر پر ''شاہانہ تاج'' (شاہ ہمدان
تاج) سجے دیکھا تو حیرت زدہ ہو گیا۔ حضرت محدث کی آنکھوں کی سرخی اور ان
چہرے کا جلال یوں دکھائی دیتا تھا، جیسے واقعی ایک زبردست شہنشاہ اپنے وزراء، امراء
کے حلقہ میں اپنی رعایا کو خطاب کر رہا ہو۔ حضرت کی آواز سے مسجد وزیر خان کے
در گونج رہے تھے جس سے در و دیوار روشن تھے۔ خطبہ کے الفاظ کی ادائیگی اتنی پر
تھی کہ سامعین دم بخود تھے۔ مسجد وزیر خان کا وسیع صحن سامعین سے کھچا کھچ بھرا ہوا
یہ سامعین عامی نہیں تھے، اہل علم و فضل تھے۔ اہل ذوق و محبت تھے۔ محدث صاحب
تقریر فصاحت و بلاغت کا ایک نمونہ تھی۔ آپ کا انداز بیان اہل علم کے لیے غذا
روح تھا۔ آپ کا خطاب آدھ گھنٹہ یا ایک گھنٹہ نہیں، رات ڈھلنے تک جاری رہا
سامعین ہمہ تن گوش بیٹھے رہتے اور ہنستے رہتے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب
وزیر خان کا صحن اہل ذوق، اور سامعین سے لبالب بھرا ہوتا تھا۔ یہ ان دنوں کی بات
ہے جب تشنگانِ علم و فضل ''نوشانوش'' کی آواز پر اُمڈے آتے تھے۔ یہ اس زمانے کی
یاد ہے جب سامعین شب ہجراں کے ماروں کی طرح جاگتے رہتے تھے اور تقریریں

کرتے تھے۔

شب ہجراں کے جاگنے والو — کیا کرو گے اگر سحر نہ ہوئی

حضرت محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ سید ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ کے
ہی خاندان کے نامور فرد تھے۔ علامہ ابوالبرکات اسی خانوادہ کی نسبت سے ''اشرفی''
کہلاتے تھے۔ حضرت علامہ سید ابوالبرکات بایں علم و فضل محدث کچھوچھوی صاحب
کے لیے آنکھیں فرش راہ بنائے رکھتے اور دست بستہ خدمت کے لیے کھڑے رہتے۔

پاکستان بننے کے بعد حضرت محدث کچھوچھوی جب لاہور آتے تو ملک دین محمد
اینڈ سنز تاجران کتب، بل روڈ، لاہور کے مالک ملک عارف مرحوم کے ہاں قیام فرماتے
اور ہم زیارت کے لیے وہاں ہی حاضر ہوتے۔ انہی مجالس نے ہمیں ذوق زیارت
اور ذوق تقریر عطا کیا۔ انہی مجالس نے ہمیں اہل اللہ کی دید کا مشتاق بنایا۔

حضرت محدث رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں کا سلسلہ ہندوستان کے علاوہ پاکستان کے
مختلف علاقوں میں پھیلا ہوا تھا۔ بہاولپور اور اس کے مضافات میں آپ کے عقیدت
مندوں کی بڑی تعداد تھی۔ آپ پاکستان آتے تو بہاولپور اور اس کے قرب و جوار میں
علمی اور روحانی روشنیاں بکھیرتے۔ مجھے کئی بار اس علاقہ میں جا کر بھی آپ کی تقاریر
سننے کا موقع ملا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ سفر کرتے تو فصاحت و بلاغت آپ کے ہم
رکاب ہوتے۔ جہاں جاتے، عزت و شہرت قدموں میں بچھی جاتی۔ تقریر کرتے تو
محفل پر سکوت چھا جاتا، قرآن پڑھتے تو دل دہلتے جاتے۔ نگاہ اٹھاتے تو لوگ بے تاب
ہو جاتے۔

مولانا محمد حسین صاحب نعیمی نے اپنے ''دارالعلوم نعیمیہ'' (چوک دالگران) کے
ایک جلسے پر حضرت محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کو دعوت خطاب دی، مجھے سپاسنامہ پڑھنے
کا حکم دیا۔ میں نے بڑا زوردار سپاسنامہ لکھا اور بڑے عمدہ الفاظ میں ترتیب دیا اور
والہانہ انداز میں پڑھا۔ مگر حضرت محدث نے جلسۂ عام میں مجھے سخت سست کہا۔ جلسے

کے اختتام پر حضرت نے مجھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا: ''کسی کو سامنے بٹھا کر اتنا اہ
نہیں کرنا چاہیے۔ اس سے تکبر کی خو پرورش پاتی ہے۔ پھر تم تو ابھی بچے ہو، اتنی ا
باتیں نہیں کرنا چاہیے''۔ اس کے باوجود انہوں نے مجھے شفقت سے دعائیں دیں
میرے سر پر رکھا۔

حضرت محدث علیہ الرحمۃ عوام میں تقریر کرتے، علمائے کرام کی محفل میں جلوہ ف
کرتے، خصوصی مجالس میں مشکل مسائل کی عقدہ کشائی فرماتے، رات آتی تو معمو
کے وظائف ادا کرتے اور رات کا خاصا حصہ اللہ کی بارگاہ میں سربسجود ہو کر گزار د
میں نے دولت مندوں اور وقت کے رؤسا کو ان کے دروازے کے سامنے ہا
باندھے کھڑے پایا مگر آپ کو کسی وزیر، امیر کی ''زیارت'' کے لیے کہیں جاتے
دیکھا۔ نواب آف بہاولپور آپ کے عقیدت مند تھے مگر ساری زندگی آپ کو کبھی نو
صاحب کے محل میں قدم رکھتے نہیں دیکھا۔ آج میں اپنے وقت کے علماء کو چھو
چھوٹے دنیاداروں اور بدقماش وزیروں کی کوٹھیوں میں خوش خوش آتا جاتا دیکھتا ہو
تو حضرت محدث یاد آتے ہیں۔

حضرت محدث کچھوچھوی علیہ الرحمۃ نے اپنے علم وعرفان سے برصغیر کے ہر خطے
مسلمانوں کو حصہ دیا۔ دلوں کو عشق مصطفیٰ کی شمع کی روشنیاں دیں۔ تحریک پاکستان
صف اول میں کھڑے ہو کر پاکستان کی حمایت کا اعلان کیا۔ صرف سیاسی نہیں، د
اہمیت کے پیش نظر آپ نے نظریہ پاکستان کے وجود کو ضروری قرار دیا اور اس کی
سارے ملک میں کی۔ علمائے اہل سنت اور مشائخ کو حصول پاکستان کے لیے ۱۹۴۶
میں ''سنی بنارس کانفرنس'' میں اکٹھا کیا اور ایک تاریخی قرارداد پاس کر کے قائداعظم
یقین دلایا کہ ان کی پاکستان کے لیے خدمات قابل قدر ہیں اور اعلان کیا کہ اگر
خدانخواستہ قائداعظم کسی مقام پر سیاسی دباؤ میں آکر قیام پاکستان کے مطالبہ
دستبردار بھی ہو جائیں تو برصغیر کے اہل سنت پاکستان کے قیام سے کبھی کنارہ کشی نہیں

کریں گے۔ حضرت محدث کچھوچھوی کی سیاسی بصیرت اور خدمات کو قائداعظم بے حد
قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور یہی وہ خدمات ہیں، جو سنہری حروف میں لکھی جائیں گی۔

مولانا احمد دین درگاہی رحمۃ اللہ علیہ:

پاکستان بننے سے آٹھ سال پہلے مجھے ریاست بہاولپور کے ایک شہر ہارون آباد
میں قیام کا موقع ملا۔ وہاں مجھے مرکزی جامع مسجد کے خطیب مولانا احمد دین درگاہی
علیہ الرحمۃ سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ مولانا درگاہی، ضلع گجرات کے ایک گاؤں بیگہ مروج پور کے
رہنے والے تھے۔ بڑے باوقار اور بہادر عالم دین تھے۔ وہ اتنی بڑی مسجد میں اپنی
خطابت کی وجہ سے ساری ریاست بہاولپور میں مشہور ہوئے۔ آپ شیخ الجامعہ، علامہ غلام
محمد گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے اور دار العلوم حزب الاحناف لاہور سے سید ابوالبرکات
سے حدیث پڑھی تھی۔ وہ مجھے بتایا کرتے تھے کہ انہوں نے سید دیدار علی شاہ الوری
رحمۃ اللہ سے بھی درسی کتابیں پڑھی تھیں۔ ابوالنور مولانا محمد بشیر کوٹلی لوہاراں، مولانا نور اللہ
صاحب نعیمی اور مولانا غلام دین آف انجمن شیڈ لاہور آپ کے ہم درس تھے۔ وہ جب
ہارون آباد سے حج بیت اللہ شریف کو گئے تو آدھا شہر آپ کو الوداع کہنے کے لیے اُمڈ آیا۔

آپ نے ۱۹۴۴ء میں ایک زبردست جلسے کا اہتمام کیا اور اتنی محنت کی کہ ہارون
آباد کے علاوہ بہاولنگر، چشتیاں، فقیر والی، فورٹ عباس کے سارے دیہات کے لوگ
جلسے میں قطار در قطار پہنچے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ سیکڑوں سانڈنی سوار ریگستانوں کو
عبور کرتے ہوئے جلسہ گاہ میں شریک ہوئے تھے۔ اس جلسہ میں، میں مولانا غلام علی اوکاڑوی
(ان دنوں وہ غالباً جالندھر سے آئے تھے) مولانا غلام قادر اشرفی لالہ موسیٰ، مولانا غلام
دین لاہور، مولانا محمد بخش مسلم بی۔ اے نے بھی خطاب کیا جب کہ صدارتی خطبہ
حضرت محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا۔ ریاست بہاولپور کے اس ریگستانی علاقہ
میں اتنے بڑے بڑے علماء کرام کا جمع ہونا ایسا ہی تھا، جیسے لق و دق صحرا میں ابر بہاری
ٹوٹ کر برسے۔ مولانا درگاہی اس جلسہ کے منتظم اعلیٰ بھی تھے اور سٹیج کے سیکرٹری بھی۔

میں زیرِ تعلیم ہیں وہ فاضل بریلوی کی کتابوں اور ان کی علمی خدمات سے ناآشنا ہیں مگر مان نہ مان میں تیرا مہمان بن کر مرکزی مجلسِ رضا کی مجالس میں چلے آتے ہیں۔ایک دن آئے تو علماء کرام تشریف فرما تھے اساتذہ گفتگو کر رہے ہیں۔رضوی حضرات علمی نکتے بیان کر رہے ہیں۔مگر نعیم عزیز صاحب بلا جھجک چلے آئے۔چند لمحات خاموشی سے سنتے رہے پھر حسبِ عادت گویا ہوئے:

ے نئے زمانے میں آپ ہم کو پرانی باتیں سنا رہے ہیں!

سوادِ اعظم لٹ گیا اہلِ سُنّت بکھر گئے! سنی لٹ گئے! حنفی مر گئے! بریلوی ختم ہو گئے! مگر آپ لوگ ابھی تک بریلی کے ''محلہ سوداگران'' میں بیٹھے ''الوظیفۃ الکریمہ'' کا ورد کر رہے ہیں ہمارا دل آیا کہ نعیم عزیز کو بیک بنی و دو گوش پکڑ کر باہر نکال دیں مگر وہ کہے جارہے تھے۔سنیوں کی دینی اور سیاسی قوت پارہ پارہ ہوگئی۔جمعیت العلماء پاکستان کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔جمعیت العلماء پاکستان (نورانی) جمعیت العلماء پاکستان (نیازی) جمعیت العلماء پاکستان (نفاذِ شریعت گروپ) جمعیت العلماء پاکستان (سوادِ اعظم گروپ) جمعیت العلماء پاکستان (مرکزی) جمعیت العلماء پاکستان (سوادِ اعظم)

ے اس دل کے ٹکڑے ہزار ہوئے کوئی یہاں گرا کوئی وہاں گرا

ہم نے اسے سمجھایا کہ ہم سنی ہیں سوادِ اعظم ہیں عزیزِ محترم جنہیں تم ٹکڑے ٹکڑے کہتے ہو وہ تو ''گلہائے رنگارنگ'' ہیں جو رونقِ چمن ہوتے ہیں۔

وہ بولے یہ رونقِ چمن ہیں یا آندھیاں غم کی یوں چلیں باغ اجڑ کے رہ گیا!

ہم نے انہیں دوبارہ سمجھایا کہ ہم لوگ اندر سے ایک ہیں۔ایک ہی منزل ہے۔ایک ہی قبلہ ہے ایک ہی مسلک ہے ایک ہی عقیدہ ہے۔کہنے لگے فاروقی صاحب! یہ ایک نہیں ہیں۔''جماعت اہلِ سُنّت'' کے کئی ٹکڑے ہیں۔پہلے صرف ایک ''جماعت اہلِ سُنّت'' تھی اب ''مرکزی جماعت اہلِ سُنّت'' بھی آگئی جماعت اہلِ سُنّت (کراچی) جماعت اہلِ سُنّت (ملتانی) جماعت اہلِ سُنّت (لاہوری) کیا یہ بھی

گلہائے رنگارنگ ہیں؟ کیا یہ بھی رونقِ چمن ہیں؟ کیا یہ بھی بہارِ وطن ہیں؟ مجلس میں بیٹھے ایک عالمِ دین نے نعیم عزیز کو بتایا کہ ہمارے سنیوں کے سارے گروپ ایک سٹیج پر متفق ہیں۔مسلک اعلیٰ حضرت پر مسلکِ رضا پر، مسلک اہلِ سُنّت پر، اس میں کسی گروپ کسی جماعت کا کوئی اختلاف نہیں۔یہی وجہ ہے کہ ہم مسلکِ رضا کو نقطۂ اتحاد اہلِ سُنّت جانتے ہیں۔نعیم عزیز چونکہ سیاسیات کا طالب علم ہے وہ مسلک رضا کی برکات کی گہرائیوں تک نہیں جاسکتا۔کہنے لگا: ہاں ہاں! یہ لوگ مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' کی دلنواز آواز پر متفق ہیں اور اسی آواز پر روٹیاں توڑتے ہیں اگر ان کے پاس یہ شعر بھی نہ ہوتا تو ان انتشار زدہ لوگوں کو روٹی بھی کوئی نہ پوچھتا! مجلس میں بیٹھے ہوئے ایک اور عالمِ دین نے نعیم کو سمجھایا کہ برخوردار۔تم اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا نعتیہ دیوان ''حدائقِ بخشش'' پڑھا کرو۔تمہاری سیاسی سوچ بدل جائے گی۔اس موقع پر ایک خوش آواز مجلسی نے اعلیٰ حضرت کی کہی ہوئی نعت:

ے وہ کمالِ حسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں

سنا کر محفل کا رنگ بدل دیا۔اب نعیم عزیز کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، اور ہم جھوم رہے تھے۔

(''جہانِ رضا'' مارچ ۲۰۰۲ء)